دل کی بات

سید محمد ذوالکفل بخاری

انا للہ وانا الیہ راجعون

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے، آستیں نہیں ہے
تری جدائی میں مرنے والے! وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے

جمعۃ المبارک ۳ شعبان ۱۴۲۰ھ (۱۲ نومبر ۹۹ء) کو، دن کے ساڑھے گیارہ بجے، نشتر ہسپتال ملتان کے ایک کمرے میں، امیرِ احرار، ابنِ امیر شریعت، حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ کا ایک بندہ، اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ ایک مومن و موحد اور متوکل و مجاہد بندہ۔ وہ جو اپنے عہد اور اپنے ماحول میں، اپنی وضع کا ایک ہی انسان تھا۔ نادر و نایاب، قیمتی اور گراں مایہ، منفرد اور انوکھی خوبیوں کا حامل انسان کہ اب اس جیسا کوئی اور، دور دور تک نظر نہیں آتا، ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ خدا کی دھرتی...... عظمتوں، برکتوں اور نعمتوں سے کبھی خالی نہیں رہی، اور کبھی خالی نہ رہے گی لیکن یہ ایک ایسے بہادر اور بے ریا انسان کی موت ہے کہ جس کے وجود میں کتنی ہی عظمتیں جگمگاتی تھیں، کتنی ہی برکتیں جس کے گرد ہالہ کیے ہوئے تھیں اور جو بجائے خود، اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت تھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ یہ ایک شخص نہیں، ایک عہد کی موت ہے۔

غ............اتر گئے منزلوں کے چہرے امیر کیا کارواں گیا ہے!

سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ ۱۹۵۸ء میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ ان کی عمر چوبیس سال سے کچھ کم تھی، جب ۱۹۶۱ء میں سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ تب انھوں نے، اپنے برادر بزرگ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دست و بازو بننے کا عہد کیا، اپنی دینی و روحانی اور اعتقادی و نظریاتی وراثت کی حفاظت کے لیے سینہ سپر ہو گئے اور پھر عمر بھر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان ہتھیلی پر لیے پھرے۔ دشمنانِ خدا، دشمنانِ رسول اور دشمنانِ ازواج و اصحاب رسول کے سوا، دنیا میں ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ اللہ کے مغضوب لوگوں سے دشمنی، بجا طور پر ان کے ایمان کی علامت اور ان کی نجات کا ذریعہ تھی۔ اللہ کے محبوب لوگوں کا راستہ ان کے نزدیک سیدھا راستہ تھا۔ اللہ کا راستہ، اللہ کے انعام یافتہ لوگوں کا راستہ، انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کا راستہ، داعیانِ حق کا راستہ! سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ اسی راستے پر چلے۔ پوری پامردی کے ساتھ۔ جرأت و بسالت، غیرت و حمیت، شجاعت و شہامت اور ایثار و قربانی کے ساتھ۔ انھوں نے موٹا جھوٹا پہنا، روکھی سوکھی کھائی، راحت و آرام کو چھوڑا، مصائب و آلام کو قبول کیا، کتنی ہی بخ بستہ،

لمبی کالی راتیں سجن و زنداں کی نذر کیں۔ کتنی صبحیں کتنی شامیں، کتنے ہی شہر اور کتنی ہی بستیاں راہِ عزیمت کے اس پیادہ پا اور فاقہ مست مسافر کی داعیانہ پکار اور سرفروشانہ للکار سے گونجتی رہیں۔ کفر و ضلالت، ارتداد و زندقہ، الحاد و لادینیت اور ظلم و جور کی ہر شکل، ہر عنوان کے خلاف مزاحمت .... صرف مزاحمت .... تند و تیز اور شدید مزاحمت .... سراسر بے لچک مزاحمت .... یہ ان کا مسلک تھا، اور یہ ان کا موروثی مسلک تھا۔ ان کے عظیم والدؒ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ

ما مسلک روبہی نہ رفتیم

ما پیروی خراں نہ کردیم

بر مسند فقر یگانہ فردیم

(ہم نے بزدل لومڑیوں کا مسلک اختیار نہیں کیا، نہ ہی ہم نے احمق گدھوں کی پیروی کی ہے۔ ہم فقر کے بوریا نشین اپنی مثال آپ ہیں۔)

سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمۃ نے مجلس احرار اسلام کو تنظیمی قوت، افرادی طاقت، نظریاتی تربیت اور تحریکی فعالیت کا ایک مضبوط حصار فراہم کیا۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۹۹ء تک، ان کی اڑتیس سالہ جماعتی خدمات کی اپنی ایک تاریخ ہے، جو خونِ دل سے لکھی گئی ہے۔ انہوں نے تحریک مدحِ صحابہ کی تجدید کی۔ جماعت کے شعبۂ تبلیغ (تحریک تحفظ ختم نبوت) کی تنظیم نو کی۔ کفرستانِ ربوہ (موجودہ، چناب نگر) میں مسلمانوں کی پہلی مسجد تعمیر کی۔ وفاق المدارس الاحرار کی تشکیل کی، کہ جس کے تحت اس وقت تیس (۳۰) دینی ادارے کام کر رہے ہیں۔ ملتان میں مسجد، مدرسہ، دفتر اور لائبریری پر مشتمل عظیم الشان مرکز احرار "دار بنی ہاشم" کے قیام و استحکام کے لیے برسوں محنت کی۔ لاہور میں جماعت کے مرکزی دفتر کے شایانِ شان جگہ اور عمارت کی فراہمی ممکن بنائی۔ ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" کی صورت میں جماعت کے ترجمان مجلے کی اشاعت کا آغاز کیا...... لیکن ان کی خدمات کا احاطہ ان ادھورے اور سرسری عنوانات سے ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے تو کتنے ہی ذیلی عنوانات، کتنی ہی تفصیلات اور کتنے ہی پس منظری حوالے درکار ہیں۔

آغا شورش کاشمیری مرحوم نے حضرت امیر شریعتؒ کی اولاد کے تذکرے میں لکھا تھا کہ "شاہ جی کے بیٹے.... باپ نہیں، تو باپ کا عکس ضرور ہیں"۔ سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ یقیناً اپنے والد گرامی کا ایک نکھرا نکھرا اور اجلا اجلا عکس تھے۔ ایک روشن نقش۔ ایک زندہ نشانی، ایک متحرک تصویر! انہیں ورثے میں بہت کچھ ملا تھا۔ قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال، خطابت...... تابحد کمال! وہ پاکیزہ لحن، حجازی لہجے، مسحور کن قرأت، شگفتہ مزاجی، بذلہ سنجی، حاضر جوابی، علمی استحضار، نکتہ آفرینی، مجلس آرائی، شعر فہمی و سخن شناسی اور انشا پردازی سے مالا مال تھے۔ دیس دیس کی بولی بولنے پر قادر تھے۔ بہت فیاض طبع اور بہت نرم دل، فقر و استغنار کے پیکر...... لیکن نہیں، وہ تو سراپا احرار تھے، سراپا ایثار تھے، اور بس۔

وہ جس مکان میں رہ رہے تھے، اسے سال بھر پہلے، مدرسہ معمورہ کے لیے وقف کر چکے تھے۔ اس سے بھی بہت پہلے، اسی مکان میں سے انہوں نے مدرسہ کی لائبریری اور دفتر، اور طلباء کی درس گاہ و اقامت گاہ کے

لئے جگہ فراہم کی۔ اپنی ذاتی لائبریری ادارے کو عطیہ کی۔ حتیٰ کہ گھریلو استعمال کے برتن، بستر، بچھونے...... سبھی کچھ ادارے کو سونپ دیے۔ گذشتہ نو، دس ماہ سے وہ اپنے مکان کے بیرونی کمرے میں منتقل ہو گئے تھے، اور مکان سارے کا سارا مدرسہ کے حوالے کر دیا تھا۔ جہاں بچیوں کی دینی تعلیم کے شعبے ''بستانِ عائشہؓ'' کی طالبات صبح سے شام تک قرآن کریم پڑھتیں تو ان کے سرور وطمانیت کا عالم دیدنی ہوتا۔

وفاق المدارس الاحرار کے ماتحت تمام مدارس، کہ جو حضرت سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ کی تولیت میں تھے، ان کی تولیت بھی انہوں نے سال بھر پہلے حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی سربراہی میں ایک چہار رکنی کمیٹی کے سپرد کر دی تھی۔ کمیٹی میں انہوں نے حافظ سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد اسحٰق سلیمی اور سید مرتضیٰ شاہ صاحب کو شامل فرمایا تھا۔

وہ ایک عرصے سے آہستہ آہستہ، اپنے سر سے ''بارِ امانت'' اتارتے چلے جا رہے تھے۔ رفقاء و معاونین کو ذمہ داریاں تفویض کر رہے تھے اور معاملات نمٹا رہے تھے۔ یہ اہتمام، انفرادی اور اجتماعی، دونوں طرح کے امور میں بہ التزام و خصوص ملحوظ رکھا جا رہا تھا۔ ایام علالت و معذوری کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ بلا تاخیر ادا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ انتقال سے ہفتہ بھر پہلے، رجب کے آخری دنوں میں، واجب الادا فدیہ صلوٰۃ کا حساب لگوایا، جس میں پورے ماہ شعبان کی نمازوں کو بھی پیشگی شامل کیا۔ فدیہ ادا فرمایا، اور پھر ۳ شعبان کو رحلت فرما گئے۔

ع .... وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر، وہ حساب آج چکا دیا

سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمۃ، ذیابیطس کے ۲۴، ۲۵ سال پرانے مریض تھے لیکن انہوں نے بیماری کو کبھی اپنی تگ و تاز میں حارج اور اپنی تب و تاب پر غالب نہ ہونے دیا۔ ۱۹۹۲ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا تو صحت ایک طرح سے بدل گئی۔ گو وہ مہینوں میں ہی صحت یاب ہو گئے اور معمولات بھی بحال ہو گئے۔ لیکن وہ پہلی سی بات پھر کبھی نہ ہو سکی۔ چھوٹے چھوٹے عوارض، وقفے وقفے سے سر اٹھانے اور طول کھینچنے لگے۔ اولاد تھی ہی نہیں۔ اہلیہ ذیابیطس اور فشار خون کی پرانی مریضہ تھیں اور عمر کے آخری چار، پانچ سال وہ نیم مفلوج حالت میں بستر علالت پر رہیں۔ سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ اہلیہ کی تیمار داری اور خاطر داری میں یوں جتے رہے کہ اپنی تکالیف یکسر بھلا دیں۔ جولائی ۹۸ء میں اہلیہ کا انتقال ہوا، تو ان کی تنہائی یک دم بڑھ گئی اور طبیعت بالکل بجھ گئی۔ لیکن تعطل و جمود ان کی فطرت سے بعید تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق اور اپنی بے مثال ہمت مردانہ سے انہوں نے تبلیغی و تنظیمی مصروفیات اور اسفار و تقاریر کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیا۔ انہیں پنڈلیوں اور پاؤں پر ورم اور خارش کی شکایت، گزشتہ ڈیڑھ دو سال سے رہنے لگی تھی۔ اکتوبر ۹۸ء میں اچانک وہ موسمی اثرات کی زد میں آئے اور مہینہ بھر صاحب فراش رہے۔ طبیعت کچھ بحال ہوئی تو مصروفیات بہت کچھ بحال ہو گئیں۔ تاہم ضعف کے سبب سفر سے گریز ہی رہا۔ مارچ ۹۹ء میں البتہ چناب نگر، سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے اور اپریل ۹۹ء میں لاہور، مجلس احرار اسلام کے نئے مرکزی دفتر کے افتتاح کے لیے تشریف لے گئے۔ اس دوران میں علالت و نقاہت عود

کر آئی تو احباب لاہور کے اصرار پر وہ قریباً سوا دو مہینے بغرض علاج دفتر احرار لاہور میں قیام فرما رہے۔ ڈاکٹروں نے گردوں کی خرابی تشخیص کی۔ قریباً پندرہ دن کے لیے ایک ہسپتال میں بھی داخل رہے۔ روبصحت ہونے تو ١٨ جون (٩٩ء) کو ملتان تشریف لے آئے۔ علاج جاری رہا لیکن مکمل افاقے کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ ۴۔ ستمبر ٩٩ء کو وہ پھر لاہور تشریف لے گئے۔ اور "یوم تحفظ ختم نبوت" (٧، ستمبر) کے اجتماع میں شرکت فرما کر، ١٣ ستمبر ٩٩ء کو ملتان واپس آئے۔ علاج بدستور جاری تھا کہ اکتوبر کے آغاز میں ان کے معالج اور مخلص ڈاکٹر عبدالرب صاحب نے اقارب و احباب کو بتایا کہ علامات مرض میں اچانک تبدیلی آ رہی ہے جو اچھی نہیں۔ اب تک تو ذیابیطس کے زیر اثر، فعل گردہ کی خرابی کا مسئلہ تھا لیکن اب جگر اور دل بھی صحیح کام کرتے دکھائی نہیں دیتے یہ بالکل مختلف تکلیف ہے۔ مناسب یہی ہے کہ انہیں ہسپتال میں داخل کروا دیا جائے تاکہ بہتر طریقے سے دیکھ بھال ہو سکے۔ شاہ جی اس پر آمادہ تو نہ تھے مگر تیسرے عشرے میں ہی طبیعت اس قدر تیزی سے بگڑی کہ حالت تشویش ناک ہو گئی۔ ٢۴۔ اکتوبر (١٩٩٩ء) کو ملتان کے معروف معالج اور نشتر ہسپتال کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد علی صاحب نے انہیں باصرار قائل کر کے، ہسپتال میں اپنے وارڈ میں داخل کر لیا، اور پھر خدمت کا حق ادا کیا۔ ١٠ نومبر کی دوپہر اچانک انہیں دل کا دورہ پڑا۔ فوری طبی امداد سے طبیعت سنبھل گئی لیکن ١١ نومبر کو صبح پونے تین بجے دوبارہ اور ١٢ نومبر کو صبح اڑھائی بجے سہ بارہ، وہ اسی کیفیت سے گذرے۔ اور پھر

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں ، کچھ نہ دوا نے کام کیا

دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

مہینے بھر کی بیماری دل ہی مرض الموت ثابت ہوئی۔ ١٢، نومبر کو جمعہ کا دن تھا، اور شاہ جی کو شاید اسی کا انتظار تھا۔ دن کے قریباً ساڑھے گیارہ بجے، انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، رختِ سفر باندھا اور رفیقِ اعلیٰ سے ملنے عقبیٰ کو چلے گئے۔

انتقال کی خبر تیزی سے ملک بھر میں، بلکہ بیرون ملک بھی پھیل گئی۔ اجتماعات جمعہ میں لاکھوں لوگوں نے دعائے مغفرت کی۔ ان کی تدفین سے قبل ہی حرمین شریفین میں دعائیں مانگی گئیں۔ کئی مخلصین نے عمرے بھی کیے۔ ریڈیو پاکستان، پاکستان ٹیلی ویژن اور بی بی سی لندن نے خبر نشر کی۔ ٹیلفون کالوں اور تعزیت و زیارت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ نماز عصر سے پہلے میت کو غسل دیا گیا۔ غسل میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد وکیل بخاری، سید محمد کفیل بخاری، سید محمد ذوالکفل بخاری، سید عطاء اللہ بخاری، سید مرتضی بخاری، ابو میمون اللہ بخش، حافظ ضیاء اللہ، حافظ محمد امتیاز، حافظ محمد طاہر اور حافظ سید عمر مجتبیٰ شریک ہوئے۔ جسم بالکل نرم تھا اور چہرہ بہت تازہ، بہت شاداب، بہت پر سکون!

عصر کے بعد میت، شاہ جی کے مکان کے اسی بیرونی کمرے میں رکھ دی گئی جہاں انکا وجود رونق، روشنی اور زندگی کی علامت ہوا کرتا تھا۔ دور دور سے مخلصین و محبین کی آمد اور زیارت کا سلسلہ رات بھر جاری رہا۔ بے شمار حضرات صبح پہنچے۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے جنازہ اٹھا تو کندھا دینے والے شمار میں نہ آتے تھے۔

حد نگاہ تک، ایک بہت بڑا قافلہ تھا جو قافلہ سالار کو کندھوں پر لیے چل رہا تھا۔ سبھی اشکبار، سبھی رقت و کرب میں ڈوبے ہوئے۔ دامن صبر تھا کہ چھوٹ چھوٹ جاتا تھا۔ جنازے سے آگے آگے مجلس احرار کے سرخ پرچم اٹھائے ہوئے رضا کار چل رہے تھے۔ میت پر سرخ پرچم پھیلا ہوا تھا۔ جنازہ سپورٹس گراؤنڈ پہنچا تو ہجوم دو چند ہو گیا۔ ساڑھے نو بجے، حضرت شاہ جی علیہ الرحمۃ کے استاد اور جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ نے اپنے مایہ ناز اور قابل فخر شاگرد کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہی وسیع و عریض گراؤنڈ تھی جہاں اگست ۱۹۶۱ء میں حضرت امیر شریعتؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔ اور یہ ملتان کی تاریخ کا سب سے بڑا جلوس جنازہ تھا۔ قریباً تین لاکھ انسانوں پر مشتمل۔ پھر اسی گراؤنڈ میں اکتوبر ۱۹۹۵ء میں حضرت جانشین امیر شریعتؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور آج ۱۳ نومبر ۱۹۹۹ء کو یادگار امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمۃ کی نماز جنازہ پڑھی جا رہی تھی۔ نماز ختم ہوئی تو ہر طرف سر ہی سر نظر آئے۔ بلا مبالغہ دس ہزار سے کچھ زیادہ انسان۔ لوگ ایک دوسرے سے لپٹ رہے تھے۔ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ اور یہ سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کمائی تھی۔ ایک فقیر اور درویش کی کمائی۔

نماز جنازہ میں تنظیم اہل سنت کے سربراہ مولانا عبدالستار تونسوی، مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مجلس کے رہنما صاحبزادہ طارق محمود، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا مطیع الرحمن درخواستی، سپاہ صحابہ کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، جامعہ خیر المدارس کے مہتمم قاری محمد حنیف جالندھری، جامعہ قاسم العلوم کے مہتمم مولانا عبدالبر محمد قاسم، نائب مہتمم مولانا محمد یسین، خیر المعارف اکیڈمی کے سربراہ اور ماہنامہ "الخیر" کے مدیر مولانا محمد زاہد اور جامعہ فاروق اعظم کے مہتمم مولانا کریم بخش نمایاں تھے۔ لاہور سے قاری عبدالحی عابد اور نذیر احمد غازی (سابق ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب) اور اسلام آباد سے مولانا ابو ریحان عبدالغفور سیالکوٹی تشریف لائے ہوئے تھے۔ لیکن یہ چند نام ہیں۔ یہاں اسم شماری مقصود ہے نہ یہ اس کا محل ہے۔ کتنے ہی نام بلکہ اکثر نام وہ ہیں جو یاد نہیں رکھے جا سکے۔ حتیٰ کہ معلوم بھی نہیں کیے جا سکے۔ مشائخ، علماء، طلباء، ادباء، شعراء، دانشور، صحافی، وکلاء، سیاست دان، مزدور کسان سبھی موجود تھے۔

یہ کون اٹھا کہ پیرو برنا شکستہ دل خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم، خواص پہنچے عوام پہنچے

جنازہ احاطۂ مزار امیر شریعت تک پہنچا۔ میت کو لحد تک پہنچانے اور قبر میں اتارنے کی سعادت حضرت شاہ جی کے دونوں چھوٹے بھائیوں حضرت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، بھتیجوں ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری، سید عطاء اللہ بخاری، بھانجے حافظ سید محمد کفیل بخاری، سید مرتضیٰ بخاری اور معمار احرار ابو ہند محمد عبداللہ کو نصیب ہوئی۔ امیر شریعت کا سعادت مند اور جرأت مند بیٹا ان کی خدمت میں جا پہنچا۔ جانشین امیر شریعت کا دست و بازو اور ام الاحرار کا لاڈلا لخت جگر ماں اور بھائی کے قدموں میں، اور اپنی دکھیاری اہلیہ کے برابر میں جا سویا۔

ع...... تری لحد پر خدا کی رحمت، تری لحد کو سلام پہنچے